

# سیرۃ النبی کے عملی تقاضے

از: جی، اے، سوتے جیل

آج جب کہ چودھویں صدی ہجری اختتام پذیر ہے اور پندرہویں صدی کے استقبال کی تیاریاں کی جا رہی ہیں ۱۲ ربیع الاقل کا دن نہ صرف پاکستان اور اہل اسلام کے لئے بلکہ پوری دنیائے انسانیت کے لئے یکساں اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دن اس قائد انسانیت کی یاد تازہ کرتا ہے جس کی سیرت طیبہ دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی فلاح و کامرانی کی ضمانت فراہم کرتی ہے وہ لوگ جنہوں نے اسلام کا کلمہ نہیں پڑھا اور محض علم پرانے علم کی خاطر اس ہستی پیشانی کی سیرت کا مطالعہ کیا وہ بھی کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اس انسان کامل کی زندگی کا ہر ورق آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ تابندہ و درخشندہ ہے۔ مگر کام صرف اس سے نہیں بنتا کہ ہم سیرت کا نام لے لیں یا چند لمحے آپ کی یاد میں باتیں کر لیں۔ ضرورت ہے سیرت کے عملی تقاضوں کو پورا کرے گی۔

انسان ایک فرد ہے، انسان ایک خاندان ہے، انسان ایک معاشرہ ہے۔ کسی معاشرے میں مختلف علاقوں، مزاجوں، نسلوں، بولیوں اور پیشوں کے لوگ ملتے ہیں۔ سید کائنات کی سیرت ہر طرح کی رہنمائی کرتی ہے۔ فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ سرفہر کنش کو بحیثیت ایک فرد کے دیکھے۔ فرد کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ اپنے علم و عمل سے اپنے آپ کو منوانے کیونکہ سید المرسل نے اپنی ابتدائی زندگی کا بہت بڑا حصہ اپنی ذات کی تعمیر میں اس طرح صرف فرمایا کہ اس وقت کے فساد زدہ معاشرے میں امین اور صادق کی حیثیت سے ملنے گئے۔ فرد جب کوئی

معاشرتی اور اجتماعی جدوجہد شروع کرتا ہے تو پہلے بطور مثال اپنی ذات کو پیش کرتا ہے جدوجہد کے آغاز کا یہی اور صرف یہی فطری طریقہ ہے۔

حضرت ختم المرسلین نے اپنی اجتماعی جدوجہد کا آغاز اسی طرح کیا کہ بحکم خداوندی کا مصفا پر تشریف لے گئے، لوگوں کو پکارا آپکی شخصیت اس قدر دونوں میں گھر کئے ہوئے تھی کہ ہر شخص آپ کی پکار سن کر دوڑتا ہوا آپ کے پاس پہنچا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے سب سے پہلے یہ نہیں فرمایا کہ تم بائیاں چھوڑ دو بلکہ آپ نے سب سے پہلے اپنی شخصیت کو ان کے سامنے دکھا اور فرمایا لوگو! تم میرے متعلق کیا رائے رکھتے ہو، سب لوگ ایک زبان ہو کر پکارے ام آپ کو امین اور صادق سمجھتے ہیں۔ سید کائنات نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی ذات کے لئے مزید اقرار لینا ضروری سمجھا اور فرمایا اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا لشکر چھپا ہوا ہے اور وہ آن کی آن میں تم پر حملہ کیا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لو گے قریش مکہ نے اپنی زندگی میں کبھی آپ کی زبان سے جھوٹ نہیں سنا تھا اس لئے بے ساختہ بولے لئے محمد ام اس بات کو ضرور مان لیں گے جب شخصیت کی حیثیت واضح طور پر متعین ہو گئی تو پھر آپ نے ان کے سامنے اپنا عملی پودگلام رکھا۔ سید کائنات کی سیرت پاک کا یہ پہلا عملی سبق ہے۔

انسان کی دوسری حیثیت وہ ہے جو فرد اور خاندان کے درمیان موجود رشتے سے جنم لیتی ہے۔ اس حیثیت میں انسان کے کچھ فرائض ہوتے ہیں اور ساتھ ہی کچھ حقوق بھی ہوتے ہیں۔ اس حیثیت میں فرد پر پہلی ذمہ داری والدین کی خدمت ہوتی ہے قرآن مجید میں اس کے لئے واضح حکم موجود ہے کہ والدین کے ساتھ تلخ کلامی نہ کرو حتیٰ کہ انہیں اذیت بھی نہ کہو۔ رشتہ اجتماعیت کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ سیرت الہی میں انفرادیت سے نکال کر اجتماعیت کی طرف لے جاتی ہے۔ افراد میں اجتماعیت کے لئے چند بندھنوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس فطری تقاضے کے مطابق رسول اللہ کی سیرت بھی گھر کے سربراہ کے ساتھ وفاداری اس کی اطاعت اور

فرمانبرداری کا سبق دیتی ہے اس اجتماعیت کا دوسرا قدم ازدواجی رشتہ ہوتا ہے۔ اسی رشتے کی معاشرتی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کیوں کہ یہی رشتہ خاندانی بقا اور معاشرتی استحکام کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ سید کائنات نے شادیاں کیں اور شادی کرنے کو اپنی سنت قرار دیا اور اس سنت سے منہ موڑنے والے کو سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی۔ اس رشتے کو خوشگوار رکھنے کے لئے حقوق و فرائض کا نظام مرتب فرمایا۔ سیدالرسول کی اپنی ازدواجی زندگی اس قدر خوشگوار تھی کہ اس پر رشک کیا جا سکتا ہے۔ اور افراد کا اس قدر گہرا تپ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ دونوں فریق ایک دوسرے سے درگزر کرنے کی عادات کو اپنائیں۔ اس دنیا میں موجود ہر فریق اور اپنے مزاج کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اس لئے اگر عورت کی کوئی بات ناگوار گذرے تو مرد کے لئے ضروری ہے کہ اس سے درگزر کرے۔ اسلام نے عورت کو مناسب حدود میں رہ کر تطہیر اور اپنے جذبات و احساسات کی تکمیل کی اجازت دی ہے۔ اس لئے مرد عورت کو یہ موقع فراہم کرنے کا پابند ہے۔ اسی طرح اگر مرد کی کوئی بات ناگوار گذرے تو عورت کا فرض ہے کہ وہ درگزر کرتے ہوئے مرد کی عزت، عظمت اور اطاعت کا پورا خیال رکھے رسول اللہ کی ازدواجی زندگی کے تمام پہلو سیرت میں موجود ہیں۔ ازدواج مطہرات میں باہمی ذک جوں تک بھی ہوتی تھی کیونکہ یہ ایک یہ ایک فطری امر ہے مگر سیدالرسول کا عدل سب کو برابر مطمئن اور خوش رکھتا تھا۔ سید کائنات کی سیرت کو سامنے رکھیں تو ہمیں شادی کے عمل کو آسان بنانا ہو گا تاکہ جائز مواقع زیادہ سے زیادہ مہیا ہوں اور ناجائز مواقع کا سدباب ہو۔ اسی مقصد کے لئے رسول اللہ کا فرمان ہے شادیاں کرو مگر طلاقیں نہ دو۔

انسان کی اس دوسری حیثیت میں بہن بھائی اور دیگر قریبی رشتہ داروں بھی شامل ہوتی ہیں۔ ان سب تعلقات میں توازن قائم رکھنے اور ان کو خوشگوار بنانے کے لئے حقوق و فرائض کا ایک نظام موجود ہے۔ رسول خدا کی سیرت کی روشنی میں ہر نیک کام کا آغاز اپنے گھر سے کرنے کا حکم ہے۔ اگر خاندان دولت دی ہے تو والدین اور بیوی بچوں کے علاوہ دوسرے قریبی

رشتہ داروں کی نگہداشت اور ان کے ساتھ مالی تعاون کرنا ضروری ہے۔ یہ تعاون کوئی احسان نہیں ہے بلکہ فرض کی ادائیگی ہے۔ اگر یہ فرض ادا نہ کیا جائے تو اس کی باز پرس ہوگی۔ انسان کی تیسری حیثیت بین الطبقاتی تعلقات کی کوکر سے جنم لیتی ہے۔ مولائے کل موجب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے بین الطبقاتی اجتماعیت کے اصول و قواعد نافذ کئے۔ مختلف قبیلوں، نسلوں اور مذہبوں کے لوگوں سے ایک عہد لیا جو میثاق مدینہ کہلاتا ہے۔ گویا اسلام خود اتمامِ مقدمہ کا ادارہ ہے اس کی ہیئت ترکیبی ہی کچھ ایسی ہے کہ انسانی دنیا میں اس کو نافذ کرنے کے بعد انسانی دنیا میں آباد ہر طبقہ ہر لحاظ سے پرسکون بے خوف و خطر اور باعزت زندگی بسر کر سکتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ادراک ہر ذی فہم کر سکتا ہے

*WHAT HAPPENED IN HISTORY* کا مصنف رقمطراز ہے۔

میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ یورپ کے معاہدے یورپ کی دفاعی تدابیر، یورپ کا سیاسی اتحاد اور بین الاقوامی پارلیمنٹ یا حکومت کی تجویز اور دوسری تمام تدابیر، کام و بے سود رہیں گی اگر اس کی بنیادوں میں خدا کے تصور اور اخلاقی قدروں کو جگہ نہ دی گئی۔ جہاں عالمی امن کے لئے بہت سے نئے آزمائے ہیں وہاں مذہب کا یہ نسخہ بھی آزما کر دیکھ لینا چاہیے۔ اگر اس کے لئے کوئی تیار ہو تو میں مشورہ دوں گا کہ وہ اس سلسلے میں قرآن کو ہرگز نظر انداز نہ کرے کیونکہ اس ماہ کی رہنمائی اس کتاب سے بہتر کوئی اور کتاب انجام نہیں دے سکتی۔

اسی طرح سے مشہور مورخ گین لکھتا ہے۔

قرآن کی نسبت بحرِ اطلانتک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے، قانون کی اساس ہے اور صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیریات کے لئے اور قوانین کے لئے بھی ہے۔... حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد کی شریعت سب پر حاوی ہے یہ شریعت ایسے دانش مندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی (سلطنتِ بعدا کا زوال و انحطاط جلد ۵، باب ۵)

رسول خدا کی زندگی ہر ہر موقعہ کے لئے بہترین رہنمائی مہیا کرتی ہے اگر کوئی حکمران ہے اور ملک و ملت کے خزانوں پر اہم مقرر کیا گیا ہے تو صرف اسی ایک واقعے کو سامنے رکھے کہ سید کائنات کی بارگاہ میں آپ کی صاحبزادی سیدۃ النساء خاتمۃ الزہرا حاضر ہوئیں اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلائے جن پر چکی پیسے اور پانی بھرنے کی وجہ سے جھالے پڑے ہوئے تھے اور عرض کی آبا جان مجھے بھی ایک خادمہ دے دیجئے تاکہ میرا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ عظیم اسلامی مملکت کے سربراہ جن کے ایک اشارے پر لاکھوں مسلمان جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے نے فرمایا بیٹی! خادمہ تجھے نہیں مل سکتی یہ تو مدینہ کے یتیموں پر واؤں اور محتاجوں کے لئے ہیں۔

اگر کوئی شخص تجارت کے پیشے سے متعلق ہے تو اس کو سیرت کا وہ پہلو بطور خصوصی سامنے رکھنا چاہیے جو سید الرسول کی تجارتی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نمائندے کے طور پر تجارت میں حصہ لیا اور آپ کی صداقت و امانت کی زد سے اس میں غیر معمولی کامیابی ہوئی۔

اگر کوئی شخص فوج سے وابستہ ہے تو وہ رسول اللہ کے نظام جہاد کو اپنے سامنے رکھے اور دیکھے کہ آپ نے اقتدار کی ہوس میں کبھی انسانوں کا خون نہیں بہایا۔ فساد زدہ معاشرے میں گندہ خون بھر گیا تو حکیمانہ طور پر وہ رنگیں کاٹ دیں جن سے خراب خون بہ گیا، مسیح قوتوں کو ہمیشہ تازہ رکھا بلکہ جب بھی اور جہاں بھی ظالم کا ہاتھ اٹھا یا قدم بڑھا آگے بڑھے کہ اس کے سامنے دیوار بن گئے۔ مظلوم کو اپنے دامن میں لیا، اس کی دستگیری فرمائی، اور اس مقصد کے لیے طاقت و زور یا کمزور کا امتیاز ان کے لیے ایک بے معنی سی بات ہو کر رہ گئی تھی۔

اگر کوئی شخص دین کا مبلغ ہے تو وہ مناظر آنکھوں کے سامنے رکھے جب قریش تم نے آپ کو غار میں محصور کر دیا، طائف کے بازار میں آپ کو لہو لہان کر دیا گیا اور اپنا گھربار چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا مگر آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی اور نہ ہی آپ کی

مبارک زبان سے کوئی بدخواہی کا کلمہ نہ نکلا۔ آپ ہر ہر فرد کیلئے رحمت ہی رحمت بن کر رہے، آپ بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے اور شفقت کے ساتھ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ محفل میں جلوہ افروز ہوتے تو اپنے لیے کسی خصوصی اور امتیازی منہ نہ کھولتے، غریب آتا تو گلے سے لگالیتے، امیر آتا تو مسکرا کر استقبال فرماتے، دوست آتا تو عنایتوں سے وزارتے، دشمن آتا تو اپنے اخلاقِ کریماں سے اس کا دل موہ لیتے، نہ تو موقع بے موقع، بے ڈھنگی اور بچی آواز سے ہنستے، نہ ہی کسی معاملے میں جھلت سے کام لیتے، تنگی آجاتی تو بارگاہِ رب العزت میں عاجزی کرتے، تازی کرتے اور گڑا گواتے، اگر کشائش ملی جاتی تو خالق کائنات کے حضور سجدۂ شکر بہلاتے۔

جو فضائل آپ کو نصیب تھے ان کا سبب کسی پر نہ ڈالتے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت گردانتے اور اگر کسی میں کوئی فضیلت دیکھتے تو خوشی کا اظہار فرما کر دوسروں کو ایسی فضیلت حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے۔